ڈاکٹر ذکیہ رانی

اسسٹنٹ پروفیسر
شعبۂ اُردو، جامعہ اُردو

نئی اُردو تنقید اور ادھورا ناقد

ABSTRACT

New Urdu Criticism and incomplete critic.
By Dr. Zakia Rani, Assistant Professor, Department of Urdu, University of Karachi:

Of late, Urdu literary criticism fell victim to superfluous play of words. Oblivious of the principles of critical evaluation,critics now try to judge pieces of literature either according to their own rules or under the influence of western influence. Still they fail to justify their point of view.Such pseudo intellectuals and part-time critics have failed the aim of criticism as their efforts are detached from our classical culture and civilisation which was a benchmark. In this situation, revival of quality criticism rests on the shoulders of a few men of letters.This article analyses the problems faced by Urdu in the field of criticism and point out a dearth of genuine critic.

جملہ اربابِ نقد ونظر بخوبی جانتے ہیں کہ تنقید کے معنی کھوٹے کھرے کو پرکھنے کے ہیں اس کے باوجود آج الطاف حسین حالیؔ تا شمس الرحمان فاروقی ایسے قد کاٹھ کے ناقدین اکیسویں صدی کے منظرنامے سے غائب ہیں۔ نئی تنقید موضوع کی بھول بھلیوں کا شاخسانہ بن کر رہ گئی ہے۔ یہ ادبی منظرنامہ جملہ اہلِ نقد ونظر کی توجہ کا متقاضی ہے کہ تخلیق کے تفہیمی عمل کے لیے ناقدین کو کن کن مراحل سے گزر کر واقعی اہلِ نقد کی صف میں شمولیت اختیار کرنا چاہیے۔

اردو تنقید کے ماضی پر نگاہ دوڑائی جائے تو میر تقی میرؔ کے نکات الشعرا میں بیان کردہ چھے نکات پر جا ٹھہرتی ہے جو میر نے عصری آگہی اور زبان و بیان پر قدرت کے ساتھ تخلیقِ شعر کے لیے ناگزیر قرار دیے تھے بقول سید عبداللہ نکات الشعراء کے جواب الجواب میں بہت سے تذکرے لکھے گئے ہیں لیکن ان نکات کی گردان ہر ایک نے کی اور نکات الشعرا پر نقد لکھنے والے ادبا نے اپنی تخلیقات کی اصلاح بھی کی (۱)۔ میر تقی میرؔ کے چھے نکات کی بازگشت دورِ متوسطین میں ماند پڑنے لگی تو نئی شاعری کا غلغلہ اس انداز سے ہوا کہ:

گئے حالیؔ غزل خوانی کے دن
راگنی بے وقت کی گاتے ہو کیا؟

انجمنِ پنجاب کی نمائندگی کرنے والے حالؔی ہیئت اور مواد کی بات اس طرح کرتے ہیں کہ وہ انجمن اشاعتِ مطالب مفیدہ کا منشور بن جاتی ہے بعدازاں مقدمہ شعروشاعری لکھ کر حالی اردو نقد کے امام قرار پاتے ہیں۔ یہ وہ ادبی منظرنامہ ہے کہ جب ارسطو کی بوطیقا سے لے کر کالرج کی بائیوگرافیا لٹریریا (۲) کے اثرات اردو ادب پر بلواسطہ یا بلاواسطہ پڑنا شروع ہوئے بعدازاں جواب درآں غزل کے طور پر مسعود حسن ادیب رضوی ''ہماری شاعری'' (۳) لکھ کر غزل کی طرف داری کا حق ادا کرتے ہیں۔ اردو نقد کے ماضی میں ہمیں انشاء اللہ خاں انشاءاور مصحفی کی چشمکوں میں

ایسے نجس کثیف قوافی سے نظم میں
دندانِ ریختہ پہ پھپھوندی جمایئے؟

کا عمل عربی فارسی کی مستعار نوعیتوں کے زیرِ اثر نظر آتا ہے جب کہ حالؔی کے بعد اردو نقد میں مغرب کے ادبی نظریات کا ایسا سلسلہ شروع ہوا جو تا حال رکنے میں نہیں آرہا۔ بقول عارفہ صبح خاں

> ''انگریزی سے کچھ سیکھنا یا لینا معیوب امر نہ تھا لیکن ابتدا ہی سے اردو ناقدین کو جگالی کی عادت پڑگئی تھی۔ وہ علم سے اکتساب کرنے اسے سمجھنے اور اپنے اندر جذب کر کے اس سے اپنے علم کو وسعت دے کر کوئی نیا نظریہ تشکیل دینے کے بجائے پیروی، نقالی اور احساسِ کمتری کے روگ پال بیٹھے بعد میں جن احباب نے انگریزی سے کافی حد تک عبور حاصل کر کے مغربی علوم کا مطالعہ کیا تو وہ ضرورت سے زیادہ خود کو عالم فاضل اور دوسروں کو جاہل سمجھنے لگے انھیں مغربی علم کے آگے اردو ادب حقیر اور بے مایہ محسوس ہونے لگا (۴)۔''

بلاشبہ غلامانہ طرزِ فکر آزادی کے باوجود ہر شعبہ ہائے زندگی میں پیروی ہی کو دانش سمجھنے لگتی ہے ۱۸۵۷ء کے بعد باضابطہ مغرب کی فکری یلغار نے ہمیں اس طرح فتح کیا کہ انگریزوں کو ہمارے علاقے فتح کرنے کی ضرورت نہیں رہی اس بات کو بطورِ خاص ملحوظ رکھتے ہوئے دیکھیں تو اردو تنقید تذکرہ نویسی سے شروع ہو کر اپنی شناخت کی جدوجہد میں مبتلا تھی کہ اچانک اس پر برطانوی اور روسیوں کے اندازِ فکر نے غلبہ پالیا اس بات کے استدلال میں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہر زبان کی ادبی اصناف اس کے خطّے کی کوکھ سے جنم لیتی ہیں اسی ماحول سے تخلیق کار اظہاری تلازمات کشید کرتا ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ نقد کے بیرونی نظریات کا ان تخلیقات پر اطلاق کیا جائے چہ جائیکہ بیرونی نظریات کے وہ پہلو جو تخلیقی زبان سے ہم آہنگ ہوسکتے ہوں یا اس نوع کی آفاقیت کے حامل ہوں یا تخلیق کی تفہیم میں معاونت کا کوئی ایسا پہلو رکھتے ہوں جو ناگزیر ہو۔

ان معروضات کی روشنی میں اردو نقد کے ثقہ ناقدین ہزار اختلاف کے باوجود اس لیے مستند ہیں کہ وہ تخلیقی اور فنی لوازمات سے کماحقہٗ واقف ہونے کے ساتھ ساتھ تخلیق شدہ موضوع پر بھی گرفت رکھتے ہیں اور یقیناً ان کے ہاں نقطۂ نظر کا اختلاف علمی اور تنقیدی مباحث کے نئے در وا کرتا ہے یہ سارا قصہ غیر منقسم ہندوستان میں پیدا ہونے والے ناقدین کے ساتھ اختتام پذیر ہوا چاہتا ہے منقسم ہندوستان یعنی پاکستان اور ہندوستان میں پیدا ہونے والے ناقدین کی فہرست تاحال مرتب ہونے کی منتظر ہے۔

نئی تخلیق (نئی نظم) اور نئی تنقید کی آوازیں ۱۹۶۰ء کے بعد بلند ہونا شروع ہوئیں گمان یہ کیا گیا کہ ترقی پسندی کے زوال کے بعد جدیدیت پھلنا پھولنا شروع ہوئی، ہیئت پر مواد کی فوقیت نئی تخلیقات میں جان ڈالنے کا وصف رکھتی ہے لہٰذا ان تخلیقات پر نقد کا شمار بھی نئی تنقید میں کیا گیا اس صورتحال میں جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں کہ ماضی میں تخلیق کو بھی پورا آدمی میسر رہا اور کسی حد تک تنقید کو بھی۔ نئی تخلیقی سرگرمیوں نے پورے آدمی کو کھالیا ''نئی نظم اور پورا آدمی'' سلیم احمد کا مضمون اسی روزنامچے کا اعلامیہ ہے۔ نئی تنقید کے نام پر نقل نویسی یا حوالہ جاتی تدریسی نقد کا انبار لگتا جا رہا ہے ان معروضات کی روشنی میں مجھے ''نئی نظم اور پورا آدمی'' کا خیال آیا غور کیا تو اندازہ ہوا کہ جب نئی نظم یا تخلیق پورا آدمی مانگتی ہے تو کیا نئی اردو تنقید میں کہیں پورا آدمی ہے؟ نئی تنقید کے نام پر کیسی کیسی ارزانی کا کاروبار چل نکلا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

> ''ادبی گروہ بندیوں اور ذاتی چپقلشوں کے باعث تنقید کی دنیا میں مزید تین طرح کی تنقیدیں وجود میں آچکی ہیں ان میں سے ایک معاندانہ تنقید ہے دوسری تقریباتی تنقید ہے اور تیسری مصلحت آمیز تنقید ہے ان تینوں اقسام نے اس قدر ترقی کرلی ہے کہ یہ اب دبستان کی صورت اختیار کرتی جارہی ہیں (۵)۔''

ماضی میں بڑا شاعر اور ناقد وہ تھا جو عرب و عجم کے جملہ رموز و علائم سے آگاہ تھا اسی معیار کے سبب ریختہ یا اردو میں شاعری کی جارہی تھی اصطلاحات و اصلاحات کا بازار گرم تھا اور ضابطہ طے تھا۔ اردو کے ساتھ شاید یہ مسئلہ ہمیشہ رہا کہ تخلیقی و تنقیدی سطح پر اردو نے عربی و فارسی کی روایت کی پیروی میں کاویا میمانسا (۶) کی روایت کو نظرانداز کیا اور بالکل اسی طرح آج اردو ناقدین بین الاقوامیت کے دھارے سے جڑنے کے خبط میں عربی و فارسی کی روایت کو یکسر نظرانداز کر رہے ہیں۔ مگر اس نظرانداز کرنے کے عمل سے زبان یا ادب کو کوئی فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے ناقد کو مراعات ضرور حاصل ہو رہی ہیں ہمارے ثقہ ناقدین میں سے دو ایک کو چھوڑ کر اکثر نے عربی و فارسی کی بنیادی تعلیم پائی تھی صحبتیں اٹھائی تھیں مگر آج نئی تنقید کے پیروکار و رہبر فرانسیسی، جرمن، زبانوں کے نقد کو اردو ادب پر لاگو کرتے ہیں ان کا یہ علم اکتسابی نہیں بلکہ تراجم کے ذریعے حاصل کیا گیا ہے اور اکثر کا مطالعہ اس درجہ وقیع ہوتا بھی نہیں جس قدر اس کا

ابلاغ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بقول عبد المغنی:

”مغرب کے یہ شاگرد اپنے استاد کا پڑھایا ہوا سبق بھی ٹھیک سے نہیں سیکھ سکے ہیں اور لسانیات وصوتیات ولفظیات واسلوبیات کا ایک خود ساختہ گورکھ دھندا بنا کر یہ اپنے کچے پکے بلکہ بالکل خام سطحی اور ناقص خیالات کی اشاعت چند مانوس اصطلاحات کا ہار الے کر کرتے ہیں(۷)۔“

ہمارے ثقہ ناقدین قابلِ ستائش اس اعتبار سے ہیں کہ انھوں نے مغربی نظریات کو اردو ادب کی مماثلتوں کو ان نظریات پر پرکھنے کی سعی کی لیکن نئی تنقید کے لکھنے والے نئی راہ تراشنے یا اردو کی مقامی کیفیات سے عبارت تفہیمی عمل سے گریز کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر خورشید سمیع کا کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ:

”نئی تنقید گونگی ہے اور نیا ناقد تو باد پیاؤں کی حرکت کا محتاج ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نظریہ بردوش نقادوں نے تو ساتوں آسمان سر پر اٹھالیے ہیں(۸)۔“

یہ ہوا کے رخ کے ساتھ بدلنے والے ناقد اور غیر کے اجالے میں صورت دیکھنے والے اپنی مٹی اور اس کی بوقلمونی سے کب استفادہ کریں گے؟ اس صورتحال میں اردو تنقید اکیسویں صدی تک آ پہنچی اور نئی تنقید کا غلغلہ ستائشی مضامین سے جڑ کر رہ گیا یا پھر نرا تنقیصی انداز کہ جس کے پھکڑ پن سے اللہ محفوظ رکھے۔ اس ضمن میں شمیم حنفی کی رائے سے بھی مفر ممکن نہیں:

”کنزیومر معاشرے میں ادب جس حال کو جا پہنچا ہے اور خاص کر اردو زبان و ادب بقا کے جس مسئلے کی زد پر ہیں، اس کے پیشِ نظر نئی تنقید پر کوئی نئی ذمّے داری بھی عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ ان سوالوں پر کھل کر بحث کیے بغیر ہم اس تنقید کے حوالے سے کسی معنی خیز نتیجے تک نہ تو پہنچ سکے ہیں نہ پہنچ سکیں گے۔ بس ہوگا یہ کہ تنقید کا المیہ ایک طرح کے Comic ماحول کی ساخت پرداخت میں لگا رہے گا(۹)۔“

تخلیق سے جڑا ہوا نقد توازن کا متقاضی ہے جب کہ ہم چبائے ہوئے نوالوں کی جُگالی کر رہے ہیں۔ سلیم احمد نے نئی نظم اور پورا آدمی کے ابتدائیے میں لکھا تھا کہ:

”میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ ہر دور میں ایک آدمی ایسا موجود ہوتا ہے جو کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کر سکتا ہے(۱۰)۔“

اور انھوں نے ہی اپنے ایک مضمون میں سوال کیا تھا کہ:

”پرانے آدمی نے ہمیں کلیاتِ میرؔ دیا تھا اور نئے آدمی نے(۱۱)؟“

نئی تنقید کے منظر نامے پر سید ڈاکٹر سجاد باقر رضوی رقمطراز ہیں کہ:

''پچھلی سو سالہ تنقیدی کاوشوں کے باوجود آج شاعری بہت اور شعری لذت کم ہوگئی ہے تنقید کی مقدار بھی خاصی ہے اور تمام نقاد اپنے اپنے دہی کو میٹھا بتا رہے ہیں۔ قاری چپ اور دامنِ شعر کی ہوا کے منتظر ہیں۔

افسردگیٔ سوختہ جاناں ہے قہرِ میرؔ
دامن کو ٹک ہلا کہ دلوں کی بجھی ہے آگ'' (۱۲)

اس صورتحال کی روشنی میں یہ کہنا بے جا نہیں کہ آج بھی اردو تنقید پورے ناقد کی تلاش میں ہے جو گیسوئے نقد کو اس طرح سنوارے کہ اس کے ہاں بھی ارسطو، ورڈز ورتھ، کالرج، آئی اے رچرڈ کا وجود ممکن ہو سکے۔ اس عمل کے لیے میری نظریں ڈاکٹر سلیم اختر، ڈاکٹر شمس الرحمان فاروقی، وارث علوی، شمیم حنفی وغیرہم کی جانب لگی ہوئی ہیں۔ بقول سلیم احمد

شاید کوئی بندۂ خدا آئے
صحرا میں اذاں دے رہا ہوں

حواشی:

(۱) ''نکات الشعراء کی 'قاتلانہ' تنقیدوں نے ارزاں اور کم پایہ ادب کو بڑھنے سے روک دیا اس کے زیرِ اثر بڑے بڑے شعرا کو اپنی شاعری پر نظرِ ثانی کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور میر جیسے نقادوں کے جائزے سے پہلے انھوں نے خود اپنے دیوانوں کا جائزہ لینا شروع کیا۔''

(۲) ہادی حسین، مغربی شعریات (لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول مارچ ۱۹۶۷ء) ص: ۱۷ تا ۲۴۔

(۳) ''اس کتاب کو پہلی مرتبہ انجمن ترقی اردو (ہند) نے ۱۹۲۸ء کی ابتدا میں شائع کیا تھا۔''

(۴) عارفہ صبح خان، اردو تنقید کا اصلی چہرہ (لاہور: علم و عرفان پبلشرز، مئی ۲۰۰۹ء)، ص: ۹۵ تا ۹۶۔

(۵) عارفہ صبح خان، محولہ بالا ص ۵۳۔

(۶) علی جواد زیدی، تاریخِ مشاعرہ (نئی دہلی: شانِ ہند پبلیکیشنز، ۱۹۹۲ء)، ص: ۱۶۔

(۷) عبدالمغنی، تنقیدی زاویے (علی گڑھ: آصف پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء)، ص: ۲۴۵۔

(۸) خورشید سمیع، ڈاکٹر، ہم اور ہمارا ادب، مشمولہ: نئی تنقید کے پیچ و خم، (لکھنؤ: نصرت پبلشرز، ۲۰۰۱ء) ص ۲۴۔

(۹) شمیم حنفی، نئی تنقید کا المیہ، مشمولہ: خیال کی مسافت، (کراچی: شہرزاد، ۲۰۰۳ء)، ص ۷۷۔

(۱۰) سلیم احمد، نئی نظم اور پورا آدمی (کراچی: ادبی اکیڈمی، ۱۹۶۲ء)، ص ۶۔

(۱۱) سلیم احمد، نیا آدمی پرانا آدمی، مشمولہ: مضامین۔سلیم احمد مرتب جمال پانی پتی، (کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۰۹ء)، ص ۱۳۷۔

(۱۲) سید سجاد باقر رضوی، ڈاکٹر، تنقید کی نئی سمتیں، مشمولہ: جدیدیت کا تنقیدی تناظر، مرتب: اشتیاق احمد، (۔لاہور: بیت الحکمت، ۲۰۰۶ء)، ص: ۶۱۱۔

ماٰخذ:

۱۔ سمیع، خورشید، ڈاکٹر، ہم اور ہمارا ادب، مشمولہ: نئی تنقید کے پیچ و خم، لکھنؤ: نصرت پبلشرز، ۲۰۰۱ء۔

۲۔ خان، عارفہ صبح، اردو تنقید کا اصلی چہرہ، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، مئی ۲۰۰۹ء۔

۳۔ عبداللہ، سیّد، ڈاکٹر، اُردو شعراء کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن، لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۵۲ء۔

۴۔ عبدالمغنی، تنقیدی زاویے، علی گڑھ: آصف پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء۔

۵۔ زیدی، علی جواد، تاریخِ مشاعرہ، نئی دہلی: شانِ ہند پبلیکیشنز، ۱۹۹۲ء۔